© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا کی ماورائیت

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''مسلمان کے لیے یہ تعلیم کہ خدا مطلقاً سمجھ سے بالاتر ہے'' ایک ایسا خیال ہے جو گمراہ کن ثابت ہوسکتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: ''اس جیسی کوئی چیز نہیں (قرآن ۴۲:۱۱) مگر قرآن پاک کی سورہ نور میں یہ بھی ذکر ہے کہ ''خدا آسمانوں اور زمین کا نور ہے (قرآن ۲۴:۳۵) اور سورہ ق میں ہے کہ ''اور ہم اس کی رگ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں''۔ (قرآن ۵۰:۱۶) سورہ الحدید میں ارشاد ہے کہ ''وہ (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات سے) پوشیدہ ہے'' (قرآن ۵۷:۳) ''اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے (قرآن ۵۷:۴) اور سورہ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تو جدھر تم رخ کرو، ادھر خدا کی ذات ہے'' (قرآن ۲:۱۱۵) اس کے علاوہ حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جب میں اس (عبادت گزار) سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ (صحیح البخاری نمبر شمار: ۶۵۰۲، کتاب الرقاق)

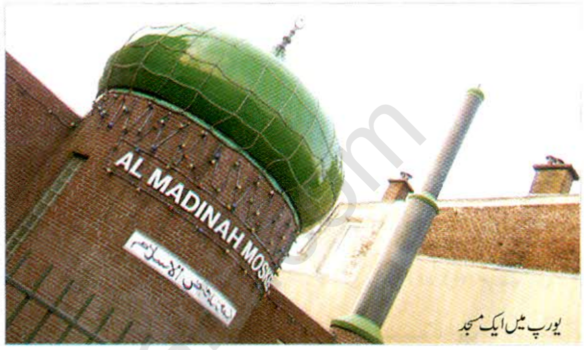

یورپ میں ایک مسجد

اسلام کی روحانی، الہیاتی اور فلسفیاتی روایت میں سے جس مفکر، ابن حزم (متوفی ۱۰۶۹ء) کا آپ نے ذکر فرمایا ہے ایک محترم مگر بہت ہی غیر اہم شخصیت ہیں۔ ان کا تعلق فقہ کے ظاہری مکتب فکر سے تھا جس کی آج اسلامی دنیا میں کہیں بھی پیروی نہیں کی جاتی۔ اگر کوئی شخص نظریہ ماورائیت کی ہیئت کے بارے میں آگاہی حاصل کرنے کا خواہاں ہو تو مسلمانوں میں زیادہ معتبر ہستیاں بھی موجود ہیں مثلاً الغزالی (متوفی ۱۱۱۱ء) جو ابن حزم کی نسبت اسلامی علوم کی زیادہ بہتر نمائندگی کرتے ہیں۔ آپ نے حوالے کے طور پر یہ استدلال پیش کیا ہے کہ شہنشاہ نے ایرانی عالم کے ساتھ اپنے مکالمہ میں جب کہا کہ ''خدا خون سے خوش نہیں ہوتا''، تو شہنشاہ کی اس بات کے پس منظر میں یونانی فلسفہ تھا جس کی وجہ سے اس کی یہ بات اہمیت کی حامل ہے اور واضح بالذات ہے اور شہنشاہ کے اس بیان کے تردیدی جواب کے طور پر مسلمان خدا کی ماورائیت کے تصور کو پیش کرتے ہیں اور آپ کا یہ بیان کہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق خدا کی منشاء انسان کی کسی سوچ اور ارادے کی پابند نہیں ایک ایسی توضیح ہے جس سے غلط فہمیاں جنم لے سکتی ہیں۔ خدا کے اسلام میں بہت سے نام ہیں الرحیم، العادل، البصیر، السمیع، العلیم، الرحمٰن اور بہت سے دوسرے صفاتی نام۔ ان کا خدا کی وحدانیت پر کامل یقین ہے اور سورۃ الاخلاص کے مطابق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ (قرآن ۱۱۲:۴)۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسے اوصاف پر ایمان کسی طرح بھی مسلمانوں کو مانع نہیں کہ وہ خدا کے ان اوصاف کو خدا سے اور اس کی (چند) مخلوقات سے متصف نہیں کر سکتے۔ کیونکہ [آپ کے خیال میں] اس بات کا تعلق خدا کی منشاء سے ہے کہ مسلمان ایک ایسے خدا پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو اس کے جی میں آئے کرتا ہے اور وہ چاہے تو انہیں برائی سے منع کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ آپ کی یہ بات قرآن پاک کے اس ارشاد کے برخلاف ہے ''خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے) مدد دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو (قرآن ۱۶:۹۰) اور خدا کے بارے میں آپ کا یہ گمان سورہ الانعام میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بھی برخلاف ہے کہ اس نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کرلیا ہے (قرآن ۶:۱۲) اور قرآن پاک کی سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے (قرآن ۷:۱۵۶)۔ [قرآن میں] رحم کے لیے استعمال کیے گئے لفظ کا ترجمہ محبت، شفقت اور دردمندی ہے۔ رحمۃ کے اس لفظ سے مسلمانوں کے لیے ایک اور اصول سامنے آتا ہے جسے مسلمان روزانہ پڑھتے ہیں ''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''۔ کیا یہ بات واضح بالذات نہیں ہے کہ معصوم جانوں کا خون بہانا رحمت اور دردمندی جیسے احساسات کے خلاف ہے؟

استدلال کا استعمال

اسلامی علمی روایات انسانی عقل کی ماہیت اور اس کا خدا کی فطرت سے تعلق، خدا کی منشاء اور اس کے علاوہ دیگر متعلقہ تفصیلات سے بھرپور ہے کہ کیا چیز ظاہر بالذات ہے اور کیا خفی ہے۔ تاہم، آپ کا فرمانا کہ اسلامی فکر میں ''استدلال'' اور ''مذہب'' کے درمیان دوری پائی جاتی ہے، تو آپ کے یہ خیالات صورتحال کی غلط نمائندگی کرتے ہیں۔ اس کی بجائے مسلمانوں نے انسانی ذہن کی صلاحیت اور انسانی عقل کی تحدید کے مسئلے کو اپنے انداز سے مکاتب فکر کے سلاسل کے ذریعے سے حل کیا ہے جن میں استدلال کو خصوصی اہمیت دی جاتی رہی۔ ایسا کرتے ہوئے اسلامی عقلی روایات نے عمومی طور پر دو انتہاؤں سے ہمیشہ گریز کیا ہے۔ اول یہ ہے کہ حقیقت کی حتمی پرکھ کے لیے تجزیاتی ذہن کی تشکیل اور دوسری یہ ہے کہ اساسی استفسارات کا جواب ڈھونڈنے کے لیے انسانی عقل کے استعمال کی ممانعت۔ زیادہ معتبر بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی پختہ اور رائج الوقت عقلی تحقیقات نے قرآن کی بیان کی گئی حقیقتوں اور انسان کی اپنی نظری ضروریات کے درمیان دونوں میں سے کسی کو قربان کیے بغیر مطابقت پیدا کی ہے۔ سورہ حم السجدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے گا کہ (قرآن) حق ہے (قرآن ۴۱:۵۳)۔ عقل بھی ہمارے اندر بہت سی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جس کے استعمال کی اللہ تعالیٰ ہمیں دعوت دیتا ہے اور سوچنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ ہم سچائی کو جان لیں۔

''مقدس جنگ'' کیا ہے؟

ہم اس بات کی نشاندہی کرنا پسند کریں گے کہ ''مقدس جنگ'' کی اصطلاح عربی زبان میں موجود نہیں ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ''جہاد'' کا مطلب ''جدوجہد'' ہے اور بالخصوص خدا کے راستے میں کسی قسم کی جدوجہد۔ یہ جدوجہد کوئی بھی شکل اختیار کر سکتی ہے بشمول طاقت کا استعمال۔ جہاد کو ان معنوں میں مقدس کہا جا سکتا ہے کہ اس کی سمت کسی مقدس مقصد کے حصول کی طرف ہوتی ہے۔ جہاد لازماً کوئی ''جنگ'' ہی نہیں ہوتا مزید برآں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مینول دوم پیلیولوگس فرماتے ہیں کہ ''تشدد'' خدا کی فطرت کے خلاف ہے چونکہ عیسیٰؑ نے خود بھی مندر میں زر کا تبادلہ کرنے والوں کے ساتھ تشدد کیا اور کہا ''یہ نہ سوچنا کہ میں زمین پر امن قائم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ میں امن لے کر ہی نہیں آیا، بلکہ ایک تلوار بھی.....'' (میتھیو ۱۰:۳۴-۳۶) جب خدا نے فرعون کو غرق کیا تو کیا اس وقت وہ اپنی فطرت کے خلاف کر رہا تھا؟ غالباً شہنشاہ کے ایسا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ظلم، بربریت اور تشدد خدا کی منشاء کے خلاف ہیں تو ایسی صورت میں جہاد کا کلاسیکی اور روایتی قانون جو اسلام میں مذکور ہے شہنشاہ کے تصور کی مکمل تصدیق کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ''بلاشبہ شہنشاہ مقدس جنگ کے بارے میں بعد میں نازل شدہ قرآنی ہدایات سے واقف تھا'' تاہم قرآن پاک کی آیت کہ دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے کے ضمن میں جو باتیں ہم نے بیان کی ہیں، ان سے واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا ہدایات کا نزول گز بعد میں نہیں ہوا۔ مزید برآں تشدد کے ذریعے مذہب تبدیل کرنے کے بارے میں شہنشاہ کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ ہدایات کیا ہیں اور کیا رہی ہیں؟

جنگ (قتال) کے معتبر اور روایتی اسلامی اصول مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱- عام شہری جو لڑنے کے لیے تیار نہ ہوں نشانہ نہیں بنائے جائیں گے۔ اس کی تاکید صریحاً بار بار نبی پاک ﷺ نے آپ ﷺ کے صحابہ اور آپ کے بعد علم کے جتنے بھی سلسلے آئے ہیں کرتے رہے ہیں۔

۲- مذہبی عقیدہ کی بناء پر کسی کو حملے کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ ابتدائی مسلمان معاشرہ بت پرستوں کے خلاف برسرِ پیکار تھا جنھوں نے انہیں (مسلمانوں کو) ان کے گھروں سے نکال دیا تھا، ایذا پہنچائی اور ستایا اور انہیں قتل کیا تھا۔ ان حالات کے بعد اسلامی فتوحات کی ماہیت سیاسی رخ اختیار کر چکی تھی۔

۳- مسلمانوں کو اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن کے ساتھ رہنا چاہیے اور قرآن پاک میں ہے کہ اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ (قرآن ۸:۶۱) تاہم اس اصول کی وجہ سے کسی کا ذاتی دفاع کرنے کا قانونی حق متاثر نہیں ہوتا۔

مسلمان ان قواعد وضوابط کی تعمیل کے بالکل اسی طرح پابند ہیں جس طرح وہ چوری اور زنا سے اجتناب کرتے ہیں۔ اگر کوئی مذہب جنگ کے قواعد وضوابط کا تعین کرتا ہے اور وہ حالات بیان کرتا ہے جن کے پیش نظر جنگ لازمی اور جائز ہو جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ جنگجو مذہب ہے۔ اگر کسی مذہب میں شہوانیت پر قابو پانے کے لیے قواعد وضوابط وضع کیے گئے ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مذہب شہوت انگیزی یا نفس پرستی کا درس دیتا ہے۔ اگر بعض لوگوں نے خیالی دنیا کے خوابوں کے مقابلے میں پرانی اور خوب تسلیم شدہ روایت کو نظر انداز کیا ہے تو ایسا ان لوگوں نے اپنی مرضی سے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ، اس کے پیغمبرؐ یا فاضل روایت کی توثیق کے

> دنیا اور تاریخ میں مسیحیت سب سے بڑا جبکہ اسلام دوسرا بڑا مذہب ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق مسیحی دنیا کی کل آبادی کے تیسرے حصے سے زائد ہیں جبکہ مسلمان دنیا کی کل آبادی کے پانچویں حصے سے زائد ہیں۔

بغیر یہ اقدام کیا ہے۔ خیالی دنیا میں وسائل کے ذریعے مقاصد کو حق بجانب قرار دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو، انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے''۔ (قرآن ۵:۸)

اس تناظر میں ہمیں یہ بیان کرنا چاہیے کہ ۱۷ ستمبر کو صومالیہ میں بے گناہ کیتھولک راہبہ کا قتل اور یونیورسٹی آف ریجنز برگ میں آپ کے لیکچر کے ردعمل کے طور پر بلاوجہ انفرادی تشدد کا کوئی دیگر مماثل اقدام مکمل طور پر غیر اسلامی ہے اور ہم ایسے اقدامات کی مکمل طور پر مذمت کرتے ہیں۔

جبری تبدیلی مذہب

یہ نظریہ کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ''تلوار کے ذریعے'' اپنے عقائد کا پرچار کریں یا یہ کہ فی الحقیقت اسلام زیادہ تر ''تلوار کے ذریعے'' پھیلا، اس نظریے کا جائزہ لینے کے بعد اسے بطور مثال نہیں پیش کیا جا سکتا۔ فی الحقیقت، اسلام ایک سیاسی ادارے کی حیثیت سے جزوی طور پر فتوحات کے نتیجے میں پھیلا لیکن زیادہ تر اسلام کا پھیلاؤ تبلیغ اور مشنری سرگرمی کے باعث ہوا۔ اسلامی تعلیمات میں یہ نہیں کہا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا کہ مفتوح آبادیوں کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جائے یا جبری طور پر ان کا مذہب تبدیل کیا جائے۔ فی الحقیقت، مسلمانوں کی جانب سے پہلے فتح کیے گئے کئی علاقوں کی واضح اکثریت صدیوں تک غیر مسلم رہی۔ اگر مسلمان دیگر تمام لوگوں کی جبری تبدیلیٔ مذہب چاہتے تو اسلامی دنیا میں کہیں بھی کوئی گرجا یا کنیسہ موجود نہ ہوتا۔ یہ حکم کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے اس کا مفہوم اب بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔ کسی شخص کا محض غیر مسلم ہونا اسلامی قانون یا عقیدے کے مطابق اسلامی تاریخ میں کبھی بھی جنگ کا جواز نہیں بنا۔ جہاں تک جنگ کے قواعد وضوابط کا تعلق ہے تاریخ بتاتی ہے کہ بعض مسلمانوں نے جبری تبدیلیٔ مذہب اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے لیکن تاریخ یہ بھی

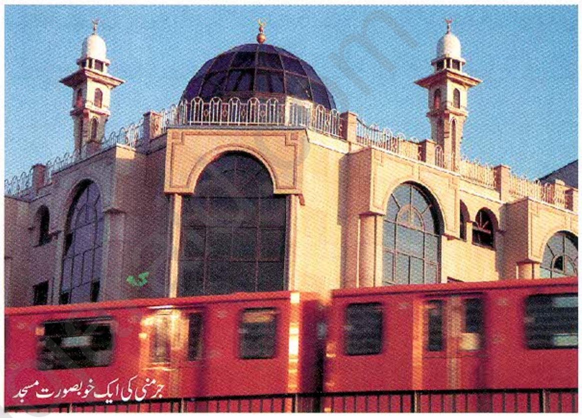

جرمنی کی ایک خوبصورت مسجد

بتاتی ہے کہ یہ زیادہ تر استثنائی صورتیں ہیں جس سے قواعد وضوابط کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ ہم پرزور انداز میں اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ دوسروں کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے خونریزی کو ناپسند فرمایا ہے۔ فی الحقیقت، ہمارا ایمان ہے اور مسلمان ہمیشہ سے یہ ایمان رکھتے ہیں کہ:

''جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا''۔ (قرآن ۵:۳۲)

نئے اصول یا نئے عقائد

آپ نے شہنشاہ کے اس دعوے کا ذکر کیا ہے جس کے مطابق وہ ''نئے اصول یا عقائد'' جو پیغمبرؐ نے بیان کیے ہیں وہ بالکل اسی طرح نعوذ باللہ ''شر انگیز اور غیر انسانی ہیں جس طرح کہ تلوار کے ذریعے اسلام پھیلانے کے بارے میں آپؐ کا مبینہ حکم ہے۔'' اس حقیقت کے علاوہ (جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) شہنشاہ جو بات محسوس کرنے میں ناکام ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلام نے ایسا کوئی حکم کبھی بھی نہیں دیا اور پیغمبرؐ نے کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ بنیادی طور پر کوئی نئے اصول یا عقائد لائے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''تم سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تم سے پہلے اور پیغمبروں سے کہی گئی تھیں'' (قرآن ۴۱:۴۳) اور ''کہہ دو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا (کیا جائے گا) میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو اعلانیہ ہدایت کرنا ہے''۔ (قرآن ۴۶:۹)

یوں، ایک اللہ پر ایمان کسی ایک مذہب کے ماننے والوں تک محدود نہیں ہے۔ مسلمانوں کے عقائد کے مطابق تمام سچے پیغمبروں نے مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں کو ایک ہی قسم کی سچائی کی تبلیغ کی ہے۔ قوانین مختلف ہو سکتے ہیں لیکن سچائی غیر متغیر ہوتی ہے۔

ماہرین اسلام یا اسلام کا علم رکھنے والے

آپ نے ایک مقام پر اسلام کا علم رکھنے والوں کا عمومی حوالہ دیا ہے اور دو کیتھولک اسکالرز پروفیسر (ایڈل) تھیوڈور خوری اور (ایسوسی ایٹ پروفیسر) راجر آرنالڈیز کا نام لے کر ذکر کیا ہے۔ یہاں یہ کہنا کافی ہوگا کہ کئی مسلمانوں کی نظر میں ہمدردی رکھنے والے غیر مسلموں اور کیتھولک مذہب کے ماننے والوں کو اسلامی علوم کے ماہرین کی حیثیت سے تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن ہماری اطلاع کے مطابق جنہیں آپ اسلامی علوم کے ماہر کہتے ہیں یا جنہیں آپ مسلمانوں یا ان کے طرز فکر کا نمائندہ سمجھتے ہیں مسلمان انہیں تسلیم نہیں کرتے۔ ۲۵ر ستمبر ۲۰۰۶ء کو آپ نے اپنے اس اہم بیان کا اعادہ کیا جو آپ نے ۲۰ر اگست ۲۰۰۵ء کو کولون میں دیا تھا کہ ''مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان بین المذاہب اور بین الثقافتی مکالمے کی اہمیت کسی زائد یا اضافی شے کی حیثیت سے کم نہیں کی جا سکتی۔ فی الحقیقیت یہ ایک اہم ضرورت ہے جس کے اوپر زیادہ تر ہمارے مستقبل کا انحصار ہے۔ تاہم، ہم مکمل طور پر آپ سے متفق ہیں، ہماری رائے ہے کہ بین المذاہب مکالمے کا اہم مقصد یہ ہونا چاہیے کہ محض اپنے ہم مذہب لوگوں کے بجائے جن لوگوں کے ساتھ ہم مکالمہ کر رہے ہیں ان کے حقیقی مطالبات کو سننے اور ان پر غور کرنے کی کوشش کی جائے۔

مسیحیت اور اسلام

دنیا اور تاریخ میں مسیحیت سب سے بڑا جبکہ اسلام دوسرا بڑا مذہب ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق مسیحی دنیا کی کل آبادی کے تیسرے حصے سے زائد ہیں جبکہ مسلمان دنیا کی کل آبادی کے پانچویں حصے سے زائد ہیں۔ دونوں مذاہب کے ماننے والے مشترکہ طور پر دنیا کی کل آبادی کے ۵۵ فیصد سے زائد ہیں جس کی وجہ سے ان دونوں مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان تعلقات دنیا میں بامعنی امن قائم کرنے کے ضمن میں ایک انتہائی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ایک ارب سے زائد کیتھولک مذہب کے ماننے والوں کے رہنما ہونے اور دنیا میں کئی دیگر افراد کے لیے ایک اخلاقی نمونہ ہونے کی حیثیت سے باہمی مفاہمت کی سمت میں ان تعلقات میں پیش رفت جاری رکھنے کے حوالے سے آپ کی آواز انتہائی با اثر ثابت ہو سکتی ہے۔ پرخلوص اور بے لاگ مکالمے کے بارے میں آپ کی خواہش میں ہم شریک ہیں اور بڑھتی ہوئی باہمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طور پر مربوط دنیا میں اس کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس مخلصانہ اور بے لاگ مکالمے کی بنیاد پر پرامن اور دوستانہ تعلقات استوار کیے جائیں گے اور باہمی احترام، انصاف اور بالخصوص مارک ۱۲ اور میتھیو ۲۲ میں درج دو عظیم ترین احکام کے مطابق ہماری مشترکہ ابراہیمی روایت میں خلاصۃً جو باتیں مشترک ہیں ان کی بنیاد پر ان تعلقات کی طرح ڈالی جائے گی۔ مرقس ۳۱-۱۲:۲۹ اور متی ۴۰-۲۲:۳۷ میں مختلف صورت میں درج یہ دو عظیم ترین احکام حسب ذیل ہیں:

''خداوند، ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ دوسرا یہ کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ، ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں''

ان دو احکام کے مقابلے میں کوئی دوسرا بڑا حکم موجود نہیں ہے۔

دوسری ویٹیکن کونسل کی جانب سے حسب ذیل الفاظ کو مسلمان تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں: ''کلیسا بھی مسلمانوں کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ مسلمان اس خدا کی عبادت کرتے ہیں جو واحد لاشریک، زندہ، حاضر و ناظر، رحمٰن، قادر مطلق اور زمین او رآسمان کا خالق ہے اور جو بنی نوع انسان سے ہم کلام بھی ہوا ہے۔ مسلمان خدا کے پوشیدہ احکام کے سامنے بغیر کسی شرط کے تسلیم ہونے کی سعی کرتے ہیں جس طرح

آپ کا فرمانا کہ ''مسلمان کے لیے یہ تعلیم کہ خدا مطلقاً سمجھ سے بالاتر ہے'' ایک ایسا خیال ہے جو گمراہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے راستے میں اپنے آپ کو پیش کیا جن کے عقیدے سے مسلمان بڑی چاہت کے ساتھ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اگرچہ مسلمان عیسیٰؑ کو خدا نہیں مانتے لیکن پیغمبر کی حیثیت سے ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کی کنواری والدہ کی بھی عزت کرتے ہیں اور یہاں تک کہ بعض اوقات انتہائی لگن کے ساتھ انہیں پکارتے ہیں۔ مزید برآں، مسلمان روز محشر اور مردوں کے زندہ ہو جانے کے بعد خدا کی جانب سے انعام کا انتظار کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مسلمان ایمانداری کی زندگی کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور خدا کی عبادت کرتے ہیں، بالخصوص نماز ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔'' (نوسٹرا ایٹیٹ، ۲۸ر اکتوبر ۱۹۶۵ء)

آنجہانی پوپ جان پال II، مسلمان جن کی انتہائی قدر اور تعظیم کرتے ہیں، وہ ان کے الفاظ کی بھی اسی طرح قدر کرتے ہیں:

''ہم مسیحی برادری اسلام کے ساتھ مشترکہ مذہبی اقدار کو بخوشی تسلیم کرتے ہیں۔ آج میں اس بات کو دہرانا پسند کروں گا جو میں نے کیسا بلانکا میں چند سال پہلے نوجوان مسلمانوں سے کہی تھی۔ 'ہم ایک ہی خدا کو مانتے ہیں' وہ خدا جو واحد لاشریک، حاضر و ناظر، خالق کائنات ہے اور جو اپنی مخلوق کو ان کی تکمیل کے مراحل تک پہنچاتا ہے''۔ (انسیگنیمنٹی، VIII/2، (۱۹۸۵ء) صفحہ نمبر ۴۹۷، ۵ر مئی ۱۹۹۹ء کو ایک عام انٹرویو میں حوالہ دیا گیا)۔

مسلمان آپ کے بے مثال ذاتی اظہار افسوس اور آپ کی جانب سے ۱۷ر ستمبر کو کی جانے والی وضاحت اور یقین دہانی کو بھی تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ نے یہ وضاحت کی کہ آپ کا قول آپ کی ذاتی رائے کی عکاسی نہیں کرتا۔ ۱۶ر ستمبر کو کارڈینل سیکرٹری آف اسٹیٹ ٹارسیسیو برٹون نے کلیسائی مجلس سے منسوب دستاویز (نوسٹرا ایٹیٹ) کی تصدیق کی۔ مسلمان ان تمام باتوں کی قدر کرتے ہیں۔ ۲۵ر ستمبر کو مسلم ممالک سے تعلق رکھنے والے سفیروں کے مجمع کے سامنے آپ کی جانب سے تمام مسلمانوں کے لیے ''مکمل اور انتہائی تعظیم'' کے اظہار کو بھی مسلمان ستائش کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہم سب ماضی کی غلطیوں سے اجتناب کریں گے اور مشترکہ طور پر مستقبل میں امن، باہمی رضامندی اور احترام کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، نہ ہی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی کوئی قوت ماسوائے اللہ تعالیٰ کے۔

(ذیل میں وہ نام درج ہیں جنہوں نے اس خط پر دستخط کیے ہیں)

۱- عزت مآب علامہ عبداللہ بن محفوظ بن بیہّہ، پروفیسر، شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی، سعودی عرب، سابق نائب صدر، وزیر انصاف، وزیر تعلیم اور وزیر مذہبی امور، موریطانیہ

۲- پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد سعید رمضان البوطی، ڈین برائے شعبۂ مذہب، جامعہ دمشق، شام

۳- پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ گگریسی، مفتی اعظم استنبول

۴- عزت مآب شیخ پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ سیرک، مفتی اعظم و سربراہ علمائے بوسنیا و ہرزیگووینا۔

۵- عزت مآب شیخ راویل گینتدین، مفتی اعظم روس

۶- عزت مآب شیخ نیدزاد گریبس، مفتی اعظم سلووینیا

۷- شیخ الحبیب علی مشہور بن محمد بن سلیم بن حفیظ، امام تریم مسجد و سربراہ فتویٰ کونسل، تریم، یمن

۸- شیخ الحبیب عمر بن محمد بن سلیم بن حفیظ، ڈین دار المصطفیٰ، تریم، یمن

۹- پروفیسر ڈاکٹر فاروق حمدہ، پروفیسر علوم روایت، جامعہ محمد خامس، مراکش

۱۰- شیخ حمزہ یوسف ہینسن، بانی و مہتمم، زیتونہ انسٹی ٹیوٹ، کیلی فورنیا، یو ایس اے

ترجمہ: مراد علی شاہ، محمد اشرف طارق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب
بہشتِ مغربیاں، جلوہ ہائے پا بہ رکاب

دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب

جہانِ صوت و صدا میں سما نہیں سکتی
لطیفۂ ازلی ہے فغانِ چنگ و رباب

سکھا دیے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقہی
فقیہِ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب

وہ سجدہ، روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

سُنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

ہوائے قرطبہ! شاید یہ ہے اثر تیرا
مری نوا میں ہے سوز و سرورِ عہدِ شباب

(قرطبہ میں لکھے گئے)

© rasailojaraid.com